تحریکِ اسلامی کی کامیابیاں

(سید اسعد گیلانی صاحب)

(۲)

سرکاری اسلام غیر معتبر تشکیلِ پاکستان کے فوراً بعد سے سرکاری سطح پر مسلسل کوشش کی جاتی رہی ہے کہ اسلام کا ایک ایسا جدید اور قابلِ قبول ایڈیشن تیار کیا جائے جو حکمران گروہ کی یورپ زدگی کا محافظ بن سکے اور ان کے بگاڑ کو اسلامی تحفظ فراہم کر دے۔ جس میں سود کو نفع کے نام سے، شراب کو طبی ضرورت کے طور پر، اور آمریت کو "مرکزِ ملت" کے حوالے سے قبول کیا جا سکے۔ حج اور قربانی کو قومی مفاد کے نام پر اور روزے نماز کو قومی ترقی کی قربان گاہ پر بھینٹ چڑھایا جا سکے۔ اس کے لیے سرکاری سطح پر بڑے بڑے ادارے قائم کیے گئے۔ تنخواہ دار علماءِ سُوء کی ٹیمیں بھرتی کی گئیں۔ کرائے کے اخبار نویسوں سے مدد لی گئی۔ بڑی بڑی دور کی کوڑیاں لائی گئیں۔ لیکن تحریکِ اسلامی کی زبردست کاوش اور جدوجہد نے ایسے سرکاری اسلام کا تار و پود پوری طرح بکھیر دیا اور بالآخر یہ بات ایک مسلمہ حقیقت بن کر رہی کہ اسلام وہی معتبر ہے جو کتاب و سنت کے واضح احکام پر مشتمل موجود ہے اور سرکاری اسلام کے نام سے مغربی تہذیب کے لیے مسلمانوں کے اندر کوئی پذیرائی موجود نہیں ہے۔ آج اس قسم کی ساری سرکاری کوششیں خائب و خاسر اور ناکام ہو کر رہ گئی ہیں۔

نئی نسل کی صالح اسلامی تربیت فرنگی غلامی کے طویل دور میں اخلاقی انحطاط مسلمانوں کی ہر نئی نسل میں بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ لارڈ میکالے کا نظامِ تعلیم بے مقصد حیوانی زندگی کا تصور آنے والی ہر نئی نسل میں پہلے سے زیادہ گہرا جاگزین کرنے کا عمل شروع کر چکا تھا۔ جدید تعلیم گاہوں اور کالجوں کی فضا اسلامی طرزِ عمل کے لیے بالکل سازگار نہ رہ گئی تھی۔ ایسے ماحول میں خدا کا نام لینا رجعت پسندی، دین پر عمل پیرا ہونا ملائیت، اور اخلاقی اقدار کا پاس و لحاظ کرنا، قدامت پسندی اور رجعت پسندی کا طعنہ بن گیا تھا۔ اس قسم کے ماحول میں ڈاڑھی رکھ لینا تو گویا اپنے آپ کو کانٹوں کے بستر پر ڈال دینے اور بھڑوں کے چھتے کو چھیڑ دینے کے مترادف بن گیا تھا۔ تحریکِ اسلامی جدید ذہن کو متاثر کرنے والے استدلال کے ساتھ میدان میں آئی اور اس نے نئی نسل کو ملحدانہ نظامِ تعلیم اور مغرب پرست لیڈروں

کی گمراہی سے بچانے کے لیے کام شروع کیا۔ صرف بیس پچیس سال کے عرصے میں ہی آج جدید تعلیم یافتہ نئی نسل کی بہت بڑی کھیپ جاندار، دیندار اور دیانت دار مجاہد نوجوانوں کی چہل پہل سے پررونق اور پُربہار بن گئی ہے۔ کوئی تعلیم گاہ ایسی نہیں رہی جس میں اس کی دلبرانہ شرافت کا سکّہ رواں نہ ہو گیا ہو۔ کوئی کالج ایسا نہیں جہاں نیک نہاد اور خدا پرست نوجوانوں کی ٹولیاں اسلام اور اخلاقی اقدار کے لیے جدوجہد کرتی نظر نہ آتی ہوں اور زندگی کے میدانِ کارزار میں اسلامی نظام حیات کے فروغ و قیام کے لیے برسرِجہاد نہ ہوں۔ ان کی نمازیں، ان کا اخلاق، ان کی شرافت اور ان کی مجاہدانہ تگ و دو ایک بھرپور سرسبز کھیتی کی طرح ہر سمت لہلہا رہی ہے اور اسلامی نظام حیات چاہنے والوں کے دل کو لبھاتی ہے۔ یہ کارنامہ بھی تحریک اسلامی کا ہی ہے کہ اس نے اپنی طویل جدوجہد کے ذریعے ایک پوری نئی تعلیم یافتہ نسل کو اسلام کی صراطِ مستقیم پر لاکر ڈال دیا ہے اور اقامت دین کا جہاد لڑنے اور اسے مسلسل جاری رکھنے کے لیے مجاہدین کی ایک تازہ دم صف لاکر میدان میں کھڑی کر دی ہے۔

اصلاح اخلاق کی ہمہ پہلو تربیت گاہ

غلامی میں قوموں کا ضمیر بدل جاتا ہے اور شیر بھی بکری کی طرح ممیانے لگتے ہیں۔ افراد کے ملّی اخلاق کا معیار گر جاتا اور قومی کردار مفقود ہو جاتا ہے۔ جو گروہ دین کی سربلندی کے لیے برپا کیا گیا ہو وہ غلامی کے شکنجے میں پھنس کر طاغوتِ وقت کا چاکر بن جاتا ہے۔ جو لوگ اعلیٰ اخلاق کی تعلیم دینے کے لیے اٹھے ہوں غلامی میں ان کے اپنے اخلاق پستی کی انتہا کو چھونے لگتے ہیں۔ جن کا کام ظالموں کا ہاتھ پکڑنا اور مظلوموں کا ہاتھ تھامنا ہو وہ خود ظلم کے آلۂ کار بن جاتے ہیں۔ مسلمان قوم ایک طویل عرصے سے اسی حادثے سے دوچار چلی آتی ہے۔ وہ اپنا ملّی فریضہ ادا کرنے سے قاصر ہو گئی ہے۔ وہ نیکی کا حکم دینے بدی کا نام و نشان مٹانے اور بھلائیوں کو فروغ دینے کے کام سے دست کش ہو کر خود زوالِ کردار میں مبتلا ہو گئی ہے۔ دوسری قوموں کے مقابل اس میں انفرادی سطح پر نیکی کرنے والوں کی اب بھی کمی نہیں ہے۔ لیکن اس کے اجتماعی وجود میں نیکی منتشر اور بدی منظم ہو کر مسلط ہو گئی ہے۔ نیکی کا مقام کونے کھدرے میں پناہ گزینی اور بدی کا مقام برسرِعام تخت نشینی بن گیا ہے۔ پورا ماحول بگاڑ کو پرورش کرنے اور اصلاح کی مزاحمت کرنے کا بن گیا ہے۔ پوری دنیا مسلمان قوم کی اخلاقی برکات سے محروم اور اس کے پاس محفوظ رکھی ہوئی الٰہی تعلیمات سے یکسر بے خبر فساد و تباہی سے دوچار ہے۔ ایسے حالات میں تحریک اسلامی نے اجتماعی نیکی کو برپا کرنے کا بیڑا اٹھایا۔ اس کا لٹریچر، اس کا اجتماعی ماحول، اور اس کی اصلاحی فضا ملت کے اندر ایک

ہمہ پہلو تربیت گاہ کی حیثیت سے کام کر رہی ہے۔ اس نے بگاڑ کے زبردست سیلاب میں بہنے والوں میں سے بیشمار افراد کی دست گیری کی اور انہیں اصلاحِ عمل و کردار کی تربیت گاہ میں سے گزرا ہے۔ تحریک اسلامی نے اپنے اجتماعی نظام کا سانچہ ایسا بنایا ہے کہ اس میں جو خام مال ڈالا جاتا ہے اگر اُس میں جوہرِ انسانیت باقی ہو تو بالآخر وہ اخلاقی تربیت کی اس بھٹی میں سے گزر کر کھرا سکہ بن کر نکلتا ہے۔ جو لوگ بھی اس کے نظام تربیت سے وابستہ ہوتے ہیں ان میں صالحیتِ اخلاق اور دینداری کا ایک خاص معیار ابھر آتا ہے۔ بات چیت میں وہ شائستہ اور مہذب ہو جاتے ہیں۔ لین دین میں وہ کھرے اور دیانتدار ثابت ہوتے ہیں۔ حقوق کی ادائیگی اور فرائض کی پابندی میں وہ مستعد ہو جاتے ہیں۔ منکرات اور معاشرے کی دیگر برائیوں سے بچنے میں وہ محتاط ہو جاتے ہیں۔ ان کے کردار میں پختگی پیدا ہو جاتی ہے۔ عمومی طرزِ عمل میں وہ مخلص و بے لوث ثابت ہوتے ہیں اور مجموعی طور پر اُن کے اندر اسلام کے مطلوبہ اور دین کے معیاری مسلمان کی صفات اجاگر ہوتی چلی جاتی ہیں۔ تحریک اسلامی نے اپنے ساتھ شامل ہونے والے ہر ساتھی کے لیے ایک طرف مثبت طور پر ایک صاف ستھرا، پاکیزہ، خدا ترس اور بے لوث محبت و رفاقت کا داخلی ماحول تیار کیا ہے جو انسان کو حکمت و تدریج سے اپنے سانچے میں ڈھالتا چلا جاتا ہے۔ اور دوسری طرف کمزوریوں اور لغزشوں کی نشان دہی اور ان سے بچنے کے لیے حساس و محتاط ساتھیوں کی نگرانی مہیا کی ہے جس کے اندر آدمی اپنی کمزوریوں کو دوسروں کی خوبیوں کے طفیل ترک کرتا چلا جاتا ہے۔ یہ کام مسلمانوں کی عام مروجہ جماعتوں میں مدت دراز سے مفقود چلا آتا تھا اور اسلامی تعلیم کے ساتھ اسلامی کردار، اور اسلامی نعروں اور دعووں کے ساتھ ایک صابرانہ اسلامی طرزِ عمل بھی نایاب و ناپید ہو چکا تھا جسے تحریک اسلامی نے اپنی مسلسل محنت و مشقت، صبر آزما سعی و جہد اور ہمہ پہلو تربیتی ماحول کی فراہمی سے از سر نو پیدا کیا ہے۔ تحریک نے اسلامی نظامِ حیات برپا کرنے کے لیے ہمیشہ کمیت کی بجائے کیفیت کو، تعداد کی بجائے صلاحیت کو، نعروں کی بجائے مضبوطئ ثابت قدمی، استقامت اور عملی جدوجہد کو، اور اناؤں کی بجائے کردار کو مدنظر رکھا ہے اور پرجوش تقریروں کی بجائے بردباری، تحمل، افہام و تفہیم، مستقل مزاجی، اور نتائج کی پرواہ کیے بغیر مسلسل صابرانہ جدوجہد کو اپنا شعار بنایا ہے۔ اس سے تھڑدلے لوگ اس کی طرف نہیں آ سکتے اور اگر جوش کی حالت میں آ بھی جائیں تو ہوش آنے کے بعد یا سدھر جاتے ہیں اور یا جلد پیچھے ہٹ جاتے ہیں۔ اس ٹھنڈی جدوجہد نے اسے بے کار اور بے ثمر بو جھل آماس سے بچایا ہے اور ایسے عناصر سے محفوظ رکھا ہے جو صبر آزما اجتماعی جدوجہد کو اپنی بے صبری اور تھڑدلی سے برباد اور بدانجام کر دیا کرتے ہیں۔ ایک مضبوط تناور درخت کی کونپل

کی طرح یہ تحریک بڑھتی چلی گئی ہے اور اپنی فطری رفتار سے طوفانی حوادث میں سے گزرتی ہوئی اپنی تکمیل کی طرف اس کی پیش قدمی مسلسل جاری ہے۔ چونکہ طویل اخلاقی انحطاط اور غلامی نے قوم کے مجموعی افرادی سرمایہ میں ملاوٹ اور کھوٹ کی مقدار بہت زیادہ بڑھا دی ہے اس لیے جاندار عناصر کی چھانٹی اور تنظیم کا کام بظاہر سست نظر آتا ہے۔ لیکن کھوٹ سے بچتے ہوئے اگر تربیتی سانچے میں ڈھلنے والے سکے مسلسل بن رہے ہوں اور ان میں اضافے کا عمل بھی جاری ہو تو ایک روز اسلامی انقلاب لانے والا ضروری سرمایہ جمع ہو جاتا ہے اور اپنے مطلوبہ نتائج دنیا کے سامنے لاکر رکھ دیتا ہے۔ دنیا کو موجودہ مسلمان نامی کسی گروہ کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ وہ تو کروڑوں کی تعداد میں دنیا کے سینے پر بوجھ بن کر بکھرا ہوا پڑا ہے اور زمانے کی تُند ہوائیں اسے یہاں سے وہاں اڑائے لیے پھرتی ہیں۔ آج دنیا کو اس حقیقی مسلمان کی ضرورت ہے جو عرب کی اوّلین اسلامی تحریک نے تیار کیا تھا اور جس کی آمد پر ساری دنیا نے اس کی پذیرائی اور خوش آمدید کے لیے اپنے دروازے اس کے سامنے کھول دیے تھے۔ تحریک اسلامی ایسے ہی مسلمان تیار کرنے کے لیے ایک اجتماعی ماحول کی تیاری میں مصروف ہے اور اللہ کا شکر ہے کہ وہ اس تدریجی عمل میں کامیابی کے ساتھ پیش قدمی کر رہی ہے۔

بااصول منظم اپوزیشن

پاکستان بننے کے بعد تحریک اسلامی نے عملی سیاست میں حصہ لینے کا آغاز کیا۔ ۱۹۴۸ء کے اوائل میں نظام اسلامی کا مطالبہ لے کر جماعت اسلامی اس مملکت کی پہلی اپوزیشن جماعت کی حیثیت سے سامنے آئی۔ اسی نظریاتی اپوزیشن کا رول وہ اب تک اور آج بھی ادا کر رہی ہے چونکہ یہ ایک بااصول اپوزیشن پارٹی ہے اور اپنے سامنے اسلامی نظریہ کی بنیاد پر نظام مملکت میں تبدیلی کا نصب العین رکھتی ہے اس لیے اس نے ملک میں پہلی بار ایک منظم اور بااصول نظریاتی اور جمہوری اپوزیشن کی بنیاد رکھی۔ اس کے سامنے اقتدار کی کرسیوں پر قبضہ کرنا یا چند ہاتھوں کو بدل دینے کا پروگرام کبھی نہیں رہا، اس لیے اس نے ملکی سیاست کے معروف اور مروج طریقوں سے ہٹ کر رائے عامہ کو ہموار کرنے، عوام کی اخلاقی اصلاح کرنے، اور جمہوری اور آئینی طریقوں سے اصلاحِ افراد کے ذریعے قیادت کو بدلنے کا طریقِ کار اختیار کیا ہے۔ وہ حکومت کی نہیں باطل نظام کی اپوزیشن پارٹی ہے۔ اس لیے جماعت اسلامی میں محلاتی سازشوں، جوڑ توڑ، ضمیر فروشی، اصولوں پہ مصالحت اور مفاد پرستی کے لیے کوئی گنجائش نہیں ہے۔ اس ساری مدت میں اس کے راستے میں بڑی سے بڑی مشکلات کے پہاڑ کھڑے کیے گئے۔ اپوزیشن کے روایتی احترام کو بالائے طاق رکھ کر اس پر ظلم وستم اور جبر و تشدد کے حربے بھی استعمال کیے گئے۔ اسے بار بار خلافِ قانون قرار دیا گیا۔ اس کے کارکنوں کو سیاسی اور معاشی زندگی میں ظلم اور تشدد کا نشانہ بنایا گیا۔ لیکن اس نے ان سب حربوں کا ہمیشہ

صبر و تحمل اور بردباری سے جواب دیا۔ اس نے سیاست میں شرافت کی طرح ڈالی۔ گالیوں اور الزامات کی بوچھاڑ میں اس نے شائستگی، رواداری اور احترامِ انسانیت کی بنیاد رکھی۔ تشدد کے مقابلے میں صبر، گالی کے مقابلے میں دعا، الزامات کے مقابلے میں شریفانہ طرزِ عمل اور بدترین اشتعال انگیز حربوں کے مقابلے میں صبر و حکمت کا رویہ اختیار کیا۔ اس نے ایک پابندِ اصول پابندِ آئین و قانون اور پابندِ تہذیب و شرافت گروہ کی حیثیت سے ہمیشہ اپنا کام جاری رکھا ہے۔ اول روز سے اس کا مقصدِ وجود وہی ہے جو خود پاکستان کے وجود کا مقصد ہے یعنی ملّت اسلام کی بنیاد پر وحدت پاکستان کی علمبرداری اور پاکستان میں اسلامی نظامِ حیات کا نفاذ۔ در حقیقت طرزِ عمل طریق کار اور نصب العین کے اعتبار سے جماعت اسلامی ہی پاکستان کی واحد اپوزیشن پارٹی ہے جو افراد کو نہیں بلکہ ملک کے نظام کو بدلنا چاہتی ہے۔ وزارتوں پر قبضہ کرنا کبھی اس کے پروگرام میں شامل نہیں رہا۔ سودے بازیاں ہمیشہ اس کے معیار اور ذوق سے فروتر رہیں۔ ملک کے نیم جمہوری آمرانہ سیاسی ماحول میں خالص جمہوری اور آئینی طریق کار کا اہتمام ہمیشہ اس کا طرۂ امتیاز رہا۔ اس نے پاکستان میں عوامی جمہوریت کی بنیاد رکھی۔ اس نے عوام کو قائل کر کے فہم و فراست کی روشنی میں اپنے فیصلے کرنے کی تربیت دینے کا مسلسل اہتمام کیا۔ اس نے ملک و ملت کی اصلاحِ احوال کو ہی ہمیشہ اپنا مطمحِ نظر بنائے رکھا۔ سیاسی مدو جزر میں صرف اسی کے تربیت یافتہ کارکن حالات کے نشیب و فراز میں پورے صبر و استقامت اور جرأت کے ساتھ اپنے راستے پر گامزن رہے۔ اس طرح جماعت اسلامی نے اپنی مسلسل جدوجہد سے ملک میں ایک منظم با اصول اور بے لچک نظریاتی اپوزیشن کی بنیاد رکھی۔ مفادات کی تقسیم اور سودے بازیوں کے ماحول میں یہ ایک سخت مشکل کام تھا لیکن یہ مشکل کام اس نے بڑے صبر و تحمل اور بردباری سے سرانجام دے کر دکھایا جس کے نتیجے میں مخالف سیکولر قوتوں کے زور کے باوجود اس نے پاکستان کا نصب العین (اسلامی نظریات کا نفاذ) عوام کی نظروں سے کبھی اوجھل نہ ہونے دیا۔ بڑے بڑے سیاسی طوفان آئے۔ اقتدار کی مسندیں الٹ پلٹ گئیں۔ گمنام لوگ سازشوں کے عقبی راستوں سے بار بار برسرِ اقتدار آتے رہے۔ لیکن جماعت اسلامی نے کوئی عقبی راستہ اختیار کرنا کبھی پسند نہ کیا تاکہ ملک کی سیاست جمہوریت پر قائم رہے اور عوام کی اسلامی اور سیاسی تربیت کا اہتمام جمہوری اور تبلیغی راستے سے کیا جا سکے۔ یہ صبر آزما کام اس نے سخت ترین مشکلات میں سے گزرتے ہوئے سرانجام دیا اور آج ایک غیر جانبدار سیاسی مبصر آسانی سے جائزہ لے سکتا ہے کہ غیر جمہوری فضا میں جمہوریت کی جوت جگائے رکھنا اور ملک و ملت کی تعمیر کی خاطر مفادات کی بہتی گنگا میں دامن خشک رکھنا کتنا مشکل کام تھا جسے جماعت اسلامی نے ان طویل سالوں میں سرانجام دیا ہے۔ دراصل یہ ایک تاریخی دشوار گزار

خار دار راستہ تھا جسے جماعت اسلامی نے اسلام اور جمہوریت کی خاطر اپنی پلکوں سے صاف کیا ہے۔ چنانچہ الحاد اور آمریت کے علمبرداروں کو بھی آج پاکستان میں اسلام اور جمہوریت کا نام لیے بغیر چارہ نہیں ہے۔ یہ تحریک اسلامی کی کامیابیوں میں سے ایک قابل ذکر کامیابی ہے۔

معاشرے کی آئینی مزاج سازی یہ بھی تحریک اسلامی کی ایک عظیم کامیابی ہے کہ اس نے اپنی جدوجہد کے ذریعے مسلمان معاشرے کا مزاج آئین پسند بنانے کی کامیاب جدوجہد کی ہے۔ خود مسلمانوں کی قریبی تاریخ بھی ملوکیت کے جابرانہ حربوں سے بھرپور ہے۔ ہمارے ہاں سلطنتوں کے تختے الٹ دینا ہمہ مقتدر سپہ سالاروں کا عموماً شیوہ رہا ہے۔ ویسے بھی ملوکیت کی تاریخ مسلمانوں کے ہاں بہت طویل و عریض ہے۔ جبر و تشدد سے اقتدار پر قبضہ مسلمانوں کے ہاں انتقالِ اقتدار کا ایک مستقل ذریعہ چلا آرہا ہے۔ ایسے معاشرے کو جمہوری خطوط پر استوار کرنا، اسے جمہوری اور آئینی ذہن دینا اور پُرامن طریقوں سے تبدیلی کے راستے مسلسل ہموار کرنا مدت سے مسلمانوں میں متروک رہا ہے۔ اس لیے قسمت آزما لوگ معاشرے کی اس خود سپردگی اور جبر کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کی عادت سے بار بار فائدہ اٹھاتے اور معاشرے کو قومی کردار کے لحاظ سے تباہ و برباد کرتے رہے ہیں۔ جماعت اسلامی نے اپنی جدوجہد کو آئین و قانون کی حدود میں محدود کر کے اگرچہ طویل راستہ اختیار کیا ہے لیکن ایک پائیدار جمہوری نظام برپا کرنے کے لیے اس کے سوا دوسرا کوئی راستہ بھی نہیں ہے۔ جماعت اسلامی کی پُرامن پچیس سالہ سیاسی جدوجہد اس پر گواہ ہے کہ اس نے قوم کو جمہوری تربیت دینے میں اپنا سارا زور صرف کیا ہے اور جلد منزل پر پہنچنے کے لیے جلد بازی کا مختصر راستہ اختیار کرنے کا کبھی خیال نہیں کیا۔ اس کے جلسے خراب کیے گئے لیکن اس نے کبھی کسی کا جلسہ خراب نہیں کیا۔ اس کے خلاف جھوٹ بولے گئے۔ لیکن اس نے کبھی کسی کے خلاف غلط بیانی نہیں کی۔ اس پر تشدد ہوا لیکن اس نے کبھی کسی پر تشدد نہیں کیا۔ اسلام کے خادم ہونے کے جرم میں اسے غیر ملکی ایجنٹ کہا گیا لیکن اس نے غیر ملکی ایجنٹوں کو بھی کبھی ایسا طعنہ دینا گوارا نہیں کیا۔ اسے جبر و تشدد کے ساتھ راستے سے ہٹانے کے ہزار جتن کیے گئے لیکن اس نے کبھی کسی کو ناروا غیر جمہوری طریقے اختیار کر کے راستے سے ہٹانے کی کوشش نہیں کی۔ آج جماعت اسلامی آئین پسندی، پُرامن جدوجہد اور قانون کے احترام کی علامت بن گئی ہے اور اس نے معاشرے کی جو تربیت کی ہے یہ تربیت اسلامی جمہوریت کے دور میں ایک پائیدار اسلامی جمہوری نظام کی مستحکم بنیاد بن سکتی ہے۔

جماعت اسلامی کی اس جدوجہد نے معاشرے میں خونی انتشار کی انقلاب کا راستہ روک دیا ہے۔ اس جدوجہد

ہیں اگرچہ بہت کچھ ٹھہراؤ اور سست روی کا عمل محسوس ہوتا ہے لیکن پٹڑی سے اُتری ہوئی گاڑی کو پُرامن اسلامی انقلاب کے راستے پر ڈالنے اور ایک باشعور جمہوری معاشرہ تشکیل دینے کا یہی واحد راستہ ہے جسے جماعت اسلامی نے بہت سوچ سمجھ کر اختیار کیا ہے۔

غیر جذباتی معقول اور پاکیزہ سیاست کا رواج

تحریک اسلامی نے سیاست جیسے نعرہ زن گرم اور پرجوش میدان کو بھی غیر جذباتی اور معقولیت کا حامل بنانے کی اپنی حد تک کامیاب کوشش کی ہے۔ جمہوری سیاست میں اخلاقی حدود سے بے نیاز گروہ اپنے مدمقابل سیاسی گروہوں کے بارے میں جو طرزِ عمل اختیار کرتے ہیں وہ تو آزاد، نیم ترقی یافتہ جمہوری ممالک میں شرمناک حد تک شرافت اور شائستگی سے بعید ہوتا ہے۔ میکیاولی کی پیش کردہ مروجہ سیاست کے لیے مکروفن، عیاری و چالبازی، جھوٹ، الزام تراشی اور افترا پردازی کو نہ صرف جائز بلکہ ناگزیر ضرورت سمجھا جاتا ہے اور اپنے مدمقابل کو سیاسی میدان میں پچھاڑنے کے لیے الزامات و بہتانات کی بوچھاڑ کرنا عام سیاسی فیشن بن گیا ہے۔ اسی طرح عوام کو بہکانے اور اپنے پیچھے لگانے کے لیے ہر قسم کے سستے نعرے، جھوٹے وعدے اور غیر اخلاقی حربے استعمال کیے جاتے ہیں جن کی کثرت سے انتخابی موسم سخت گھناؤنا اور متعفن ہو جاتا ہے۔ بڑے بڑے پشتینی اور جدی شرفا، اس حمام میں اترتے ہی شرافت کا جامہ اتار دیتے ہیں اور تہذیب و شائستگی کی ساری حدود پھاند جاتے ہیں۔ انتخابات میں عوام کو بہالے جانے کے لیے دھمکی، دھوکا، دشنام اور دہشت گردی کا طوفان اٹھا دیا جاتا ہے جس سے ایک سادہ لوح انسان ووٹر کی حیثیت سے عہدہ برا نہیں ہو سکتا۔ جس طرح جنگل میں شکار کے وقت ڈھول ڈھمکے کے شور و غل سے شکار کو گھیر گھار کر شکاری کی زد میں لایا جاتا ہے اسی طرح عوام کو بھی ہر جائز و ناجائز تدبیر سے گھیر گھار کر، ان کے دل و دماغ کو مفلوج اور قوتِ فیصلہ کو معطل کر کے بیلٹ بکس تک لایا جاتا ہے۔

تحریک اسلامی اپنی قوم کی بھلائی، مسلمانوں کی اصلاح اور اپنے ملک کا استحکام چاہتی ہے۔ اس کے نزدیک ملک کا استحکام ایک باشعور جمہوری اور نظریاتی معاشرے پر ہی موقوف ہے۔ جب تک عوام اپنی آزادانہ رائے سے شعور کے ساتھ خود فیصلہ کرنے کے قابل نہ ہوں وہ ایک اصلاح یافتہ حقیقی عوامی حکومت کی تشکیل کے لیے فہم و شعور استعمال نہیں کر سکتے اور جب تک لوگوں میں پختہ شعور موجود نہ ہو جو فیصلہ کن اور قابل نفاذ بھی ہو، جمہوریت کبھی کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اور جہاں حقیقی جمہوریت موجود نہ ہو وہاں بار بار اور مسلسل سیاسی دھماکے ملک و ملت کی چولیں ڈھیلی کرتے رہتے ہیں۔ اس لیے تحریک اسلامی نے فہم و شعور پر مبنی غیر جذباتی

سیاست کی بنیاد رکھی ہے۔ ظاہر ہے کہ شدتِ جذبات میں فہم و شعور کام نہیں کرتا اور سیاست وہ کاروبارِ مملکت ہے جس میں اگر فہم و شعور معطل ہوں تو ملک و ملت کے وجود تک کو خطرہ لاحق ہو جاتا ہے اور جذباتی فیصلے اجتماعی زندگی میں تباہ کن ہوتے ہیں۔ اسی لیے تحریک اسلامی نے سیاست میں معقولیت، افہام و تفہیم، استدلال اور فہم و شعور کو داخل کیا ہے تاکہ کاروبارِ مملکت بے لاگ استدلال سے اکثریت کی رائے کے مطابق معقول ترین تدابیر کو اختیار کر کے سر انجام دیا جائے۔ اس نے تنقید کو بھی مدلل معقول اور تعمیر ملت کے نقطہ نظر کا حامل بنایا ہے جس میں بے لاگ اور تعمیری استدلال کے ساتھ منصفانہ موقف کی حمایت اور صداقت کا اعتراف شامل ہے۔ تحریک اسلامی نے سیاست میں الفاظ و کردار دونوں کی پاکیزگی کو شرط اول کے طور پر اختیار کیا ہے۔ تقاریر و بیانات میں شائستگی اور پاکیزگی اور کردار میں مروجہ خرابیوں سے بچتے ہوئے اصول پرستی کے راستے پر اخلاقی حدود کی پابندی کے ساتھ وہ برس ہا برس سے گامزن ہے۔ تنقید میں اس کا طرزِ عمل ہمیشہ مثبت اور تعمیری رہا ہے اور کبھی کوئی مخالفانہ جذباتی رو اُسے اِس سیدھے راستے سے ہٹانے میں کامیاب نہیں ہو سکی۔ حقیقت یہ ہے کہ ملت کے اجتماعی اخلاق کی اصلاح و تشکیل اور قومی شائستگی اور تہذیب و ترتیب کا بھی راستہ ہے۔ تحریک نے اس راستہ پر طویل سفر کیا ہے اور یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جا سکتی ہے کہ اس نے اس میدان میں ایک ایسا معیار قائم کر دیا ہے جس کی خوبی اور معقولیت کا اعتراف اس کے دشمن بھی کرتے ہیں اور امید کی جاتی ہے کہ یہ روش دوسرے سیاسی گروہوں میں بھی بتدریج نفوذ کرتی چلی جائے گی۔

تحریک کی اس اجتماعی شائستہ سیاست کا اثر ہے کہ ۱۹۵۳ء کے قادیانی فسادات نے وہ تباہ کن خونریزی کا راستہ اختیار نہ کیا جس کا خطرہ حکمرانوں کی بے تدبیریوں نے خود پیدا کر دیا تھا۔ اسی طرح ملک میں دو تین بار مارشل لا لگنے کے باوجود جان و مال کی دوسرے ملکوں کی طرح وہ ہولناک تباہی نہیں ہوئی جو مارشل لا نافذ ہونے سے ہر قوم کے اندر بالعموم ہو جایا کرتی ہے۔ اس کی وجہ بھی یہ ہے کہ تحریک اسلامی کے کیے ہوئے پرامن اور تدریجی سیاسی کام نے پورے معاشرے اور انتظامی ڈھانچے کا مزاج سیاسی میدان میں بڑی حد تک آئینی غیر جذباتی اور شائستہ بنا دیا ہے۔

صحافت میں پاکیزگی جرأت دیانت اور انصاف کا تصور

ہمارے ملک میں صحافت کی روایات نہ شاندار ہیں اور نہ قابلِ فخر۔ چند ایک جرائد کو چھوڑ کر اخبارات و رسائل کی بڑی تعداد نے معاشرے کو جنسی، نفسیاتی،

اور ہیجانی کیفیات میں مسلسل مبتلا کر کے اسی کا عادی بنایا ہے اور سنسنی خیزی ہمیشہ اس کا جزو غالب رہی ہے۔ پھر حکمرانوں کی بے جا مدح سرائی اور ان کے ناقدین کی پگڑی اچھالنے اور گردن دبانے کا کاروبار بھی ہماری صحافتی روایات میں تسلسل سے موجود چلا آرہا ہے۔ ہمارے معاشرے کی تباہی اور ملک کی شکستگی کی خاصی ذمہ داری ہماری صحافت کے سر بھی آتی ہے۔ پاکستان کی پوری صحافتی روایت تعمیری سے زیادہ تخریبی رجحان پر مبنی چلی آتی ہے۔ چونکہ اس پر اشتراکی اور مفاد پرست عناصر کا ہمیشہ غلبہ رہا ہے، اُس نے اسلام اور جمہوریت کا خون کر کے برسراقتدار آنے والوں کی ان شخصیتوں کو مصنوعی طریقوں سے ابھارنے کی کوششیں کیں جو تمام کوششوں کے باوجود اپنی اسلام دشمنی اور جمہوریت کشی کے سبب قوم میں باوقار نہ بن سکیں اور حوادثِ زمانہ سے ٹکرا ٹکرا کر پاش پاش ہو جاتی رہیں۔ لیکن پاکستان کے حقیقی تعمیری مضمرات کی حامل شخصیتوں کو دبانے کچلنے اور ان کا چہرہ مسخ کرنے کا کاروبار اس صحافت نے مسلسل جاری رکھا ہے جس کے نتیجے میں قوم کے نظریاتی اور تعمیری رجحانات کی حامل شخصیات کا ابھرنا آسان نہ رہا۔ اس طرح ہمارے ملک کی صحافت سامری کے بچھڑے پالتی رہی اور کلیموں کی پرورش کے تمام راستے مسدود کرتی رہی ہے۔ درحقیقت یہ بات بلاخوفِ تردید کہی جاسکتی ہے کہ ملک کی تباہی میں ہماری صحافت کا ہاتھ ہر ہاتھ سے زیادہ لمبا اور موثر ہے۔

تحریک اسلامی نے صحافت و ادب کے میدان میں بھی شائستگی، انصاف و دیانت، شرافت اور تہذیب کی روایت کو اجاگر کیا ہے۔ اس نے تنگ دستی برداشت کرتے ہوئے بھی اپنے صفحات میں گندے ثقافتی رجحانات کو پرورش کرنے سے پرہیز کیا، نظریۂ پاکستان کی ہمیشہ پاسداری کی اور اس کے لیے اربابِ اقتدار کی طرف سے بار بار بندش کے خطرات بھی برداشت کیے۔ اختلاف میں جھوٹے الزام اور بہتان کی بجائے ہمیشہ دلیل کا راستہ اختیار کیا۔ جذباتیت اور کردارکُشی کی بجائے متانت سنجیدگی اور انصاف کو ملحوظ رکھا اور اپنے مخالفین کے نقطۂ نظر کو بھی ہمیشہ ان کے الفاظ اور مدعا کے مطابق پیش کیا۔ اسلام کو نصب العین بنایا اور جمہوریت کو اپنے کام کا راستہ قرار دیا اور پھر ان دونوں چیزوں سے کبھی بے وفائی نہ کی۔ اگرچہ خوشامد اور درباداری کی فضا میں ایسے ادب اور صحافت کی زندگی قائم رکھنا ہمیشہ دشوار تر رہا ہے۔ لیکن نقصانات گوارا کر کے بھی تحریک اسلامی نے اس میدان میں اپنے معیارِ انصاف و شائستگی کو کبھی گرنے نہیں دیا اور اسلام و جمہوریت کا علم ہمیشہ بلند رکھا۔ یہ روایت محدود اور مختصر سہی لیکن مفاد و زر پرستی کی ریل پیل میں اس روایت کو نبھا کر تحریک اسلامی نے ایک مثالی معیار قائم کیا ہے اور یہ اس کی سب بڑی کامیابی ہے کہ اس کے نظریات سے ہم آہنگ کسی ادبی یا صحافتی

جریدے نے آج تک اس درخشاں روایت سے بے وفائی نہیں کی ہے۔

خود کفیل مالیاتی نظام کی تشکیل ہندو تو ایک مال دار قوم تھی اور اس میں آزادی کا شعور کانگریس کی تشکیل کے بعد بتدریج بیدار ہوتا چلا گیا تھا۔ اس نے جان لیا تھا کہ چاہے کتنے ہی مسلمان کانگریس میں شریک ہو جائیں، مغرب کی قوم پرستانہ سیکولر جمہوری نظام کی آزادی میں وہ عددی اقلیت کے سبب ہندو کے اجیر ہی بن کر رہیں گے۔ اس لیے اس نے قومی لحاظ سے اپنی ساری توجہات کانگریس کو مالی تقویت دینے پر مرکوز کر دی تھیں۔ اس جوشِ آزادی نے ایک معمولی بنیے کو بھی دھرم کھاتہ کے نام سے کانگریس کے لیے فنڈز جمع کرنے پر مامور کر دیا تھا جس میں مسلمان گاہک تک بے خبری میں رقم ڈال جاتے تھے۔ لیکن مسلمانوں کی جماعتیں ہمیشہ چندوں کی محتاج رہیں اور مسلمانوں میں شعورِ آزادی کی کمی کے سبب بیشتر جماعتیں شدید مالی مشکلات کا شکار ہوتی رہیں۔ خود مسلم لیگ بھی پاکستان جیسے دلآویز تصور کی علمبردار ہونے کے باوجود ہمیشہ مالی مشکلات کا شکار رہی۔ اس لیے کہ مسلمان سرمایہ داروں کی تجوریاں کبھی قومی مقاصد کے کام نہ آسکیں۔ اس کی وجہ یہ تھی کہ مسلمانوں کے مالدار طبقے کی اکثریت ہمیشہ سخت خود غرض، حکومتِ وقت کے بے دام غلام اور ناخدا ترس لوگوں پر مشتمل رہی۔ ہندوؤں نے تو اپنی قومی جماعت کا خزانہ ہمیشہ معمور رکھا لیکن اجتماعی شعور سے بے بہرہ مسلمان ہمیشہ اپنی قومی جماعتوں پر چندہ خوری کے الزامات ہی عائد کرتے رہے۔ یا پھر انہیں بیرونی طاقتوں کے آلۂ کار قرار دیتے رہے۔ مولانا مودودی کے سامنے مسلمانوں کے اجتماعی اداروں کی یہ دردناک تصویر موجود تھی جب انہوں نے اپنی بے خبر اور بے حس قوم کو تباہی کی طرف جاتے ہوئے دیکھا اور انہیں بیدار اور اپنے نصب العین سے باخبر کرنے کا پختہ عزم کیا۔ مولانا مودودی خود بھی ایک متوسط گھرانے سے ہی اٹھے تھے اور ایک زبردست خود دار طبیعت کے مالک تھے۔ انہوں نے اول روز سے ہی اپنی تحریک کا ڈھانچہ خود کفالتی اصول پر کھڑا کیا اور ایک طرف اپنے جریدے اور کتابوں کی آمدنی کو تحریک کے بنیادی سرمایے کی حیثیت سے استعمال کیا۔ دوسری طرف تحریک سے وابستہ ہونے والے کارکنوں میں انفاق فی سبیل اللہ کا پرجوش مخلصانہ جذبہ بیدار کیا۔ تیسری طرف انہوں نے تنظیمی مقاصد کے لیے عام چندے کی اپیل سے اجتناب کیا تاکہ عام چندوں کے حصول سے تحریکوں کے نصب العین اور پروگرام میں جو بیرونی مداخلت راہ پا جاتی ہے اس سے تحریک کو بچایا جا سکے۔ اقامتِ دین کو نصب العین قرار دے کر جو شخص بھی تحریک میں آیا وہ انفاق فی سبیل اللہ کے جذبے سے پوری طرح آگاہ اور سرشار تھا۔ چنانچہ تحریک سے وابستہ ہونے والا اپنے ساتھ اپنی ساری متاع لے کر آیا۔ تحریک میں شاید کوئی ایک بھی کارکن نہ ہوگا جو اپنے شرعی واجبات

تحریک کے بیت المال میں داخل نہ کرتا ہو۔ اس کے علاوہ ہر کارکن نہایت باقاعدگی سے ہر ماہ تحریک کے بیت المال میں اپنی آمدنی کا خاص حصہ داخل کرتا رہتا ہے۔ اس طرح مسلمانوں میں تحریک اسلامی پہلی نظریاتی جماعت ہے جس نے عوامی چندے سے اجتناب کرتے ہوئے صرف اپنے تنظیمی ڈھانچے کے زور سے تحریک کی ساری مالی ضروریات پورا کرنے کا اہتمام کیا ہے۔ چونکہ تحریک کھلے بندوں عام اپیل کر کے لوگوں سے چندہ وصول نہیں کرتی اس لیے تحریک اسلامی کے بد باطن دشمن جو مسلمانوں کے چندے بھی ڈکارنے کے عادی ہیں بدنیتی سے تحریک کے بارے میں طرح طرح کی باتیں بناتے ہیں۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ خود کفالتی کی اس اسکیم کے ذریعے تحریک اسلامی نے بیرونی اثرات سے بچنے اور اپنے نصب العین اور پروگرام پر اپنے ضمیر اور فہم و شعور کے مطابق عمل پیرا رہنے کی مضبوط ضمانت پیدا کر لی ہے۔ یہ وہ کامیابی ہے جو مسلمانوں کی جماعتوں میں صرف تحریک اسلامی نے حاصل کی ہے۔

اسلامی انقلاب کے لیے مکمل نقشۂ کار کی تیاری ویسے تو مسلمانوں کی کم و بیش ساری جماعتیں اسلامی نظام کے نفاذ کا دعویٰ کرتی ہیں، اور جنھیں سوشلزم کے لیے راستہ ہموار کرنا ہوتا ہے وہ بھی اسلام کو اپنا دین قرار دیتی اور محمدی مساوات کو اپنا پروگرام بنا کر پیش کرتی ہیں، لیکن ان کے نزدیک اسلام کی اہمیت ایک نظامِ زندگی سے زیادہ ایک سیاسی پالیسی کے طور پر اس کا نام استعمال کرنے کی ہوتی ہے۔ ان کے پاس نہ مکمل اسلامی نظامِ حیات کا کوئی واضح تصور ہوتا ہے، نہ ان کے پاس اسلامی ریاست کے واضح خد و خال ہوتے ہیں، نہ وہ اسلامی نظام برپا کرنے والی جماعت کے طور طریقے اختیار کرتی ہیں اور نہ ان کی جد و جہد سے اسلامی نظام جیسا ہمہ گیر نظریاتی نظام رونما ہو سکتا ہے۔ اس کے مقابلے میں تحریک اسلامی نے اسلامی انقلاب برپا کرنے کے لیے اسلامی نظام کا باقاعدہ تفصیلی نقشہ تیار کیا ہے۔ اسلامی نظامِ زندگی میں معاشیات کیسی ہوں گی۔ نظامِ تعلیم کیسا ہوگا۔ سیاسیات کا رنگ ڈھنگ کیسا ہوگا۔ معاشرے میں اصلاحات کیا کچھ کی جائیں گی۔ پسماندہ لوگوں کو کیسے اوپر اٹھایا جا سکے گا۔ باطل نظام کے مراعات یافتہ طبقوں کو کس طرح اسلامی نظام میں اصلاح یافتہ بنایا جائے گا۔ اس کا آئین کیسا ہوگا۔ قانون کیسا ہوگا۔ صحت و صفائی و زراعت و معیشت کے کیا اصول ہوں گے۔ باطل نظام کو کس کس طرف سے اور کس کس طرح سے اُدھیڑ کر اسلامی نظام کے لیے راستے بنائے جائیں گے۔ اسلامی نظام کی برتری کن کن پہلوؤں سے باقی تمام نظام ہائے زندگی پر قائم ہوتی ہے۔ اسلامی نظام کے حکام و عُمّال اور کارندے کن کن اوصاف کے مالک ہوتے ہیں اور وہ کس طرح تیار کیے جائیں گے۔ اس کا دفاع کیسے ہوگا اور اس کی داخلی

اور خارجی پالیسیاں کیا ہوں گی۔ غرض زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں ہے جس کے بارے میں تحریک اسلامی نے پوری کامیابی کے ساتھ اسلامی نظام کی تفصیلات اور جزئیات تعلیم یافتہ لوگوں کے سامنے نہ رکھ دی ہوں۔ یہ بات آسانی سے کہی جاسکتی ہے کہ تحریک اسلامی کے پاس اسلامی نظام کی عمارت کا پورا خاکہ اور بلو پرنٹ موجود ہے اور جس روز تشکیل و تعمیر کا کام اس کے ہاتھ میں آیا وہ ایک محنتی معمار کی طرح پورے نظامِ زندگی کو اس کے مطابق ڈھال دینے کا جذبہ اور صلاحیت رکھتی ہے۔ میرے خیال میں اس جدید دور میں اسلامی نظام کی نقشہ گری کا یہ کام اتنی بڑی کامیابی ہے جو صدیوں بعد مسلمانوں کے معاشرے میں رونما ہوا ہے۔ اسلامی انقلاب کا یہ اتنا جامع نقشہ ہے جس کی روشنی میں ایک اسلامی تحریک دنیا کے کسی بھی گوشے میں برپا کی جاسکتی ہے اور اس کی کامیابی پر دنیا کے کسی بھی معاشرے میں بڑے مثالی انداز میں اسلامی نظام کا اس دورِ جدید میں تجربہ کیا جاسکتا ہے۔

تحریک کا سرچشمہ عظیم اسلامی لٹریچر۔ پائیدار اسلامی تحریک اسلامی نے دورِ حاضر میں اسلامی جماعت کے قیام اور اس کے ذریعے اسلامی نظام برپا کرنے کے لیے عظیم لٹریچر تیار کیا ہے۔ یہ تحریک اسلامی کی ہی خصوصیت ہے کہ اس نے تبلیغِ دین اور توسیعِ دعوت کا کام صرف تقاریر کے ذریعے ہی نہیں بلکہ تحریر کے ذریعے بھی سرانجام دیا ہے۔ تقاریر تو ہوا میں اڑ جاتی ہیں سننے والے پر ایک ناپائیدار سا معمولی تاثر چھوڑ کر تحلیل ہو جاتی ہیں لیکن لٹریچر ایک ایسا پائیدار اور مستقل ذریعہ ہے جو ہمہ وقت تعمیر سیرت و کردار کا کام کرتا رہتا ہے اور اس کی اثرپذیری تقاریر کے مقابلے میں زیادہ وسیع اور گہری ہوتی ہے۔ یہ نئی نسل تک دعوت کو منتقل کرتا ہے۔ یہ معاشرے کے ان دور دراز گوشوں تک دعوت کو پہنچاتا ہے جہاں بعض اوقات تحریک کے کارکن بھی نہیں پہنچ سکتے بلکہ دعوتی میدان میں اکثر و بیشتر لٹریچر کے براہِ راست پھیلائے ہوئے غیر محسوس اثرات ہی ہوتے ہیں جنہیں تحریک کے کارکن سمیٹتے اور ان کی تنظیم و تربیت کرتے ہیں۔ لٹریچر جس گھر میں بھی پہنچ جاتا ہے اس میں گویا دعوتِ اسلامی کا جھنڈا گڑ جاتا ہے۔ وہ ملک سے باہر غیر ملکوں میں اور زیرِ دعوت قوم سے باہر دیگر قوموں تک بھی تحریک کی دعوت کو پہنچانے اور پھیلانے کا ذریعہ بنتا ہے۔ اس کا دوسرا پہلو یہ ہے کہ اقامتِ دین کے لیے جس قسم کی اسلامی تنظیم مطلوب ہے اس کی صورت گری اور تشکیل و تربیت کا کام بھی لٹریچر ہی سرانجام دیتا ہے اس طرح لٹریچر کے ذریعے معاشرے میں تحریک اسلامی کا تنظیمی وجود بھی عارضی نہیں بلکہ پائیدار بنیادوں پر استوار ہو جاتا ہے جس کے نتیجے میں دعوت کے پھیلنے اور اسے مستقل جاری رکھنے کے لیے ایک مضبوط، منظم، مستقل،

زندہ اور فعال اجتماعی ہیئت موجود رہنے کا اہتمام ہو جاتا ہے جسے حوادث زمانہ اور بدلتے ہوئے حالات آسانی سے اکھاڑ نہیں سکتے بلکہ اس بات میں مبالغہ نہ ہوگا اگر کہا جائے کہ اس لٹریچر نے اسلامی نظم جماعت کا ایک محسوس اور قابل عمل ڈھانچہ اس طرح تیار کر دیا ہے کہ اس کی بنیاد پر دنیا کے ہر معاشرے میں دعوتِ اسلامی کے لیے اجتماعی ہیئت بھی قائم کی جا سکتی ہے اور اسے دعوتِ اسلامی کی توسیع کے لیے کام میں بھی لایا جا سکتا ہے۔ بلکہ تحریک کی موجودگی میں ہی دنیا کے مختلف ملکوں میں اس کے تنظیمی اور دعوتی خطوط کار سے استفادہ کرتے ہوئے اجتماعی کام شروع بھی ہو گیا ہے۔ تحریک اسلامی کے لیے کس قسم کا نظمِ جماعت مطلوب ہے۔ اس کے کارکن کن صفات کے حامل ہوتے ہیں۔ یہ صفات کیسے پیدا کی جاتی ہیں اور ان صفات کے کارکنوں کا دائرہ کار اور لائحہ عمل کیا ہوتا ہے۔ یہ سارا نقشہ تحریک کے لٹریچر میں موجود ہے۔ اسی طرح دورِ حاضر میں اسلامی نظام برپا کرنے کی تدابیر کیا ہیں۔ اس کے تقاضے کیا ہیں۔ دورِ حاضر میں برپا ہونے والے اسلامی نظام کے نقش و نگار کیا ہوں گے۔ جدید مسائل کے بارے میں اس کا نقطۂ نظر کیا ہوگا ان ساری باتوں پر تحریک کا لٹریچر تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے۔ بلکہ اس کا دستورِ نظم جماعت کی تشکیل، اور اس کا منشورِ اسلامی نظام کی تعمیر و تشکیل کے لیے بہترین خاکے کی حیثیت سے کام دے سکتا ہے۔ بلاشبہ تحریک اسلامی کی یہ بڑی کامیابی ہے کہ اس نے لٹریچر کی قوت سے خود تحریک اور اس کے نصب العین کو پائیدار اور بین الاقوامی خطوط پر قائم کر دیا ہے جسے زمانے کے حوادث آسانی سے نہیں ہلا سکتے۔

سیاست میں خدمتِ خلق کا سواج سیاسی میدان اقتدار کے لیے کشمکش کا میدان ہے۔ اس میں دھڑے اور گروہ تو منظم ہو جاتے ہیں۔ لیکن دنیا بھر میں اس میدان کے اندر کسی سیاسی جماعت کے پروگرام میں بھی خدمت خلق کا کام شامل نہیں ہوتا۔ برصغیر میں تحریک اسلامی وہ اولین تحریک ہے جس نے خدمت خلق کو باقاعدہ اپنے پروگرام کا جزو بنایا۔ اس کے قیام کے چند سالوں بعد ہی بہار میں ہندو مسلم فسادات ہوئے تو ان میں ریلیف کیمپ قائم کر کے مظلوم مسلمانوں کی امداد کا کئی ماہ تک کام کیا گیا۔ قیام پاکستان کے وقت پورا مشرقی پنجاب ظلم و ستم اور تباہی و بربادی کی زد میں آگیا تو جماعت نے مہاجرین کے لیے امدادی کیمپ قائم کر کے خدمت و امداد کا کام کیا۔ اس کے بعد تو ہر قومی مصیبت کے وقت جماعت اسلامی آگے بڑھ کر خدمتِ خلق کا کام سرانجام دیتی رہی۔ مہاجرین کشمیر کی امداد کی گئی۔ پاک بھارت جنگ میں برباد و تباہ حال لوگوں کی امداد کا کام کیا گیا۔ مشرقی پاکستان میں سیلابوں کی ہر آفت کے موقع پر مصیبت زدہ لوگوں کی دست گیری کی گئی۔ ملک بھر میں تعلیمی اداروں کے ذریعے

اسلامی تعلیم و کردار کا اہتمام کیا گیا۔ شفا خانوں کے ذریعے غریب اور مسکین مریضوں کی طبی امداد کا اہتمام ہوا۔ بیوگان، مساکین اور ضرورت مند طالب علموں کی ضروریات کا بندوبست کیا گیا۔ غرض خدمت خلق کے میدان میں جماعت اسلامی کا کام منفرد حیثیت رکھتا ہے اور یہ سارا کام اس نے خالص فی سبیل اللہ قلیل ترین ذرائع کی مدد سے عوام میں جذبۂ خیر پیدا کر کے سرانجام دیا ہے۔

بے لوث کارکنوں کی منظم ٹیم

تحریک اسلامی کی یہ بھی ایک بہت بڑی کامیابی ہے کہ اس نے بے لوث، سرفروش، جانباز، اور ایثار پیشہ کارکنوں کی زبردست ٹیم مسلمان معاشرے میں سے تیار کر دی ہے جو ہر قسم کے حالات میں سے گزرتے اور ہر قسم کی قربانی دیتے ہوئے اسلامی نظام کے لیے ایک طویل صبر آزما اور جانگسل جدوجہد میں مصروف ہے۔ مسلمانوں کے اندر اجتماعی کاموں کے لیے نعرے بازی اور جذباتی ہنگامی مسائل پر لوگوں کو وقتی طور پر اکسا کر ان سے ہنگامی کام لینے کا رواج چلا آتا ہے۔ کسی خاص مقصد کے لیے لوگوں کے فہم و شعور کو تیار کرنا، انہیں کوئی نصب العین دے کر یکسو کرنا، انہیں کسی مخصوص طریق کار اور جدوجہد کی نہج کا قائل کرنا۔ اور ان کے مزاج کی مخصوص انداز میں تربیت کر کے انہیں کسی تنظیمی سانچے میں ڈھالنا اور ان کو کسی تنظیم کی لڑی میں پرو کر حلقہ ہائے زنجیر کی طرح ناقابل شکست بنا دینا، ایک ایسا کام ہے جو مدت دراز سے مسلمانوں کے معاشرے میں کسی تنظیم نے سرانجام نہیں دیا۔ اسی وجہ سے بڑے بڑے عظیم مقاصد کے لیے برپا کی جانے والی جدوجہد بھی صرف ہنگامے اور چند روزہ ہاؤ ہو پر منحصر ہو کر رہ جاتی ہے۔ یہ تحریک اسلامی کی زبردست کامیابی ہے کہ اس نے اپنے تدریجی تربیتی عمل سے صاحب کردار افراد کا معاشرے کے وسیع دائرے میں سے چناؤ کیا ہے۔ لاکھوں افراد میں سے ان کی چھانٹی کی ہے۔ پھر انہیں کام کا نقشہ بتا کر برسوں ان کے کردار کو اسلامی تحریک کے لیے موزوں بنانے کی خاطر انہیں اجتماعی تربیتی مراحل میں سے گزرا ہے اور پھر اُن کی با صلاحیت ٹیم تیار کر کے اسے مشین کی طرح معاشرے کے وسط میں نصب کر دیا ہے۔ اب یہ تنظیم ایک خودکار مشین کی طرح کام کرتی اور معاشرے میں سے کام کے آدمی چھانٹتی، تیار کرتی اور اپنی لڑی میں پروتی چلی جاتی ہے۔ اس کی طرف آنے میں زبان علاقہ نسل گروہ یا مفادات کے کوئی تعصبات حائل نہیں ہوتے۔ وہ رنگ، نسل، زبان، طبقہ اور علاقہ کی ساری عصبیتوں کو مٹاتی اور ان میں صرف اسلامی عصبیت پیدا کر کے اپنے ساتھ ملاتی چلی گئی ہے۔ ایسے بے مزد کام کرنے والے اور اپنا اجر اپنے رب سے چاہنے والے کارکنوں کی ٹیم دنیا کی کسی جماعت کو بھی شاید آج کہیں میسر نہیں ہے۔ یہی کامیابی ہے جس کے نتیجے میں

مسلمانوں کے اس ملک میں زبردست آزمائشوں اور مصیبتوں میں سے گزرنے کے باوجود تحریک اسلامی نہ صرف اپنے پاؤں پر مضبوطی کے ساتھ کھڑی رہی ہے بلکہ اسے مٹانے والے خود مٹتے چلے گئے ہیں اور یہ ایک تناور درخت کی طرح بڑھتی چلی گئی ہے۔ آج اس کے مخالفین بھی اس کی تنظیم کے استحکام اور اس کے کارکنوں کی مضبوطی اور پامردی کا اعتراف کرتے ہیں اور جو لوگ اپنے کھوکھلے اور بوسیدہ حربوں سے اس کا مقابلہ کرتے اور پرانے جابروں کے ٹوٹے ہوئے ہتھیاروں سے اس کا راستہ روکتے ہیں وہ بھی جانتے ہیں کہ وہ ایک سعیٔ لاحاصل میں مصروف ہیں۔ وہ خود مٹ جائیں گے لیکن بے لوث کارکنوں کی یہ ٹیم اپنی منزل کی طرف پامردی اور ثابت قدمی کے ساتھ آگے ہی آگے بڑھتی رہے گی۔

اسلامی قیادت کی تدریجی تیاری تحریک اسلامی نے ایک کامیابی یہ بھی حاصل کی ہے کہ مطلوبہ اسلامی نظام کے نفاذ کے لیے بتدریج ایک بے غرض، بے لوث، خداترس، سخت کوش اور محنت و مشقت کی عادی قیادت تیار کی ہے جس میں اسلامی نظام زندگی کے مختلف گوشوں پہلوؤں اور شعبوں کے ماہرین موجود ہیں۔ جن میں باہمی تعاون ہے لیکن کوئی نفسانی کشمکش یا نمود و نمائش نہیں ہے۔ یہ قیادت مسلمانوں کی مروجہ سیاسی قیادت کی طرح سرمایہ داروں اور جاگیرداروں میں سے نہیں اٹھی ہے بلکہ مکمل طور پر نچلے متوسط اور غریب طبقے سے ابھری ہے۔ ملک میں صرف ایک تحریک اسلامی ہی ہے جس میں روایتی بائیس خاندانوں میں سے کوئی ایک خاندان بھی شامل نہیں ہے اور نہ اپنی ظالمانہ دولت اور استحصالی طریق کار اور ناخداترس دل و دماغ اور حربوں کے ساتھ اس میں کوئی شامل ہو سکتا ہے۔ بلکہ اس میں اوسط درجے کا سرمایہ دار بھی کوئی موجود نہیں ہے۔ اس لیے کہ باطل نظام میں دولت باطل اور حرام طریقوں سے آتی ہے، حلال طریقوں سے کوئی معروف معنوں میں سرمایہ دار نہیں بن سکتا۔ اور ظاہر ہے کہ باطل نظام میں باطل اور حرام ذرائع سے دولت سمیٹنے اور کمزوروں اور غریبوں کا خون پینے والوں کے لیے تحریک میں کوئی گنجائش نہیں ہو سکتی، نہ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کو اپنے کام کے لیے استعمال کرتا ہے اور نہ انہیں اس کی توفیق دیتا ہے۔ جو لوگ ان سرمایہ داروں کے سرمایے پر اپنی دکانِ قیادت چمکاتے ہیں ان میں تحریک کی اس درویشانہ خصوصیت سے سخت احساسِ کمتری پیدا ہوتا ہے اور بالآخر وہ اپنے کردار سے مجبور ہو کر جماعت کے خلاف اپنے سارے غیر اخلاقی حربے استعمال کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ جو لوگ استحصال کے ذریعے خود غیر اخلاقی کارروائیوں میں مصروف ہوں ان سے اپنے حریفوں کے خلاف غیر اخلاقی حربوں کا استعمال کوئی بعید از قیاس بات نہیں ہے۔ تحریک کے قیام کے

دن سے ہی اس کا کردار ایک ایسی کھلی ہوئی کتاب ہے جس میں دیانت دار آدمی کو صداقت اور بے انصاف آدمی کو اپنا مجرم ضمیر نظر آتا ہے۔ تحریک اسلامی میں ہر سطح پر متوسط درجے کی قیادت کا موجود ہونا ہی اس بات کا عملی ثبوت ہے کہ وہ کس طرح کا اسلامی انقلاب کیسے لوگوں کے ذریعے لانا چاہتی ہے، وہی انقلاب جو عرب میں پہلی اسلامی تحریک لائی تھی۔ اُس جدوجہد میں بھی سب متوسط درجے کے لوگ ہی شامل تھے اور انھوں نے اپنے کردار کے زور سے دنیا کی تقدیر بدل ڈالی تھی۔ متوسط طبقے میں سے ابھرنے والی مضبوط، دیانتدار، دیندار، جدید و قدیم علوم سے بہرہ ور، آزمائشوں اور امتحانوں سے گزری ہوئی، نہ بکنے والی اور نہ دبنے والی باصلاحیت قیادت تیار کر دینا وہ کارنامہ ہے جو بڑی محنت اور طویل جدوجہد سے تحریک اسلامی نے سرانجام دیا ہے اور آج داعیِ تحریک کی موجودگی میں بھی تحریک کے پاس اتنا انسانی سرمایہ موجود ہے کہ اس کے معمولی کارکن بھی اپنے اخلاق اور قربانی کے سبب اپنی اعلیٰ صلاحیت اور پامردی کا مظاہرہ بار بار کر چکے ہیں۔ یہ چیز ان لوگوں کے سینے پر مونگ دلتی ہے جو صفات کی بجائے اپنے مال و اسباب اور ذرائع و وسائل کے زور سے براہِ راست اونچے مناصب پر فائز ہونے کے عادی چلے آتے ہیں۔

تحریک اسلامی نے اجتماعی زندگی میں جو چند ٹھوس اور قابل ذکر کامیابیاں حاصل کی ہیں میں نے ان کامیابیوں کا مختصر سا تذکرہ کرنا مناسب سمجھا ہے، اس لیے کہ مسلمانوں میں ایک مدت سے بس ایک ہی کامیابی کا تذکرہ ہر تذکرے پر غالب چلا آتا ہے اور وہ ہے کرسی اور اقتدار پر قبضہ کرنے کی کامیابی۔ حالانکہ اقتدار پر قبضے کی کامیابی سے پہلے اگر کسی گروہ نے مذکورۂ بالا ابتدائی کامیابیاں حاصل نہ کی ہوں تو ایسی ناپختہ حالت میں کسی گروہ کی سیاسی کامیابی خود اس کے لیے ہمیشہ کی ناکامی کا پیش خیمہ اور قوم کے لیے تباہی و بربادی کا الارم ثابت ہوتی ہے۔